جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد، اسلامی پردہ کی تلقین اور وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ / دسمبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان اور فضل اور کرم ہے کہ ہمارا جلسہ سالانہ ہر پہلو سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ کارکنان نے بھی مثالی خدمت کا حق ادا کیا۔ چھوٹے کیا اور بڑے کیا، مرد کیا اور عورتیں کیا، سب نے ہی دن رات پورے انہماک اور پورے خلوص کیساتھ اور دعائیں کرتے ہوئے جو کچھ ان کے بس میں تھا اپنے ربّ کے حضور پیش کیا۔ کارکنان کی حاضری کی رپورٹ دیکھ کر میرا دل حمد سے بھر جاتا رہا کہ ان کی حاضری غیر معمولی طور پر بہتر رہی۔ اور باوجود اس کے کہ کچھ موسم کی دشواریاں درپیش تھیں اور کچھ ایسے مسائل جو ہمیشہ جلسے کے ساتھ لگے رہتے ہیں، وہ اس دفعہ بھی لگے رہے۔ بالعموم انتظام بہت اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مہمانوں نے بھی بہت تکلیف اٹھانے کے باوجود نہایت ہی صبر کا مظاہرہ کیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اب انتظامات اتنے پھیل گئے ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ اچھے معیار کی روٹی پیش کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ کام تنوروں کی حد سے بہت آگے نکل گیا ہے اور جہاں تک مشینوں کا تعلق ہے اگرچہ احمدی انجینئرز بہت محنت کر رہے ہیں لیکن ابھی تک مشین کے ذریعے اعلیٰ معیار کی روٹی تیار کرنا ممکن نہیں ہوسکا۔ اگرچہ روزمرّہ کے استعمال کیلئے تو یہ ممکن ہے، لیکن اتنے بڑے کام میں جہاں

ضرورت فیصلہ کرتی ہے کہ رفتار کتنی تیز ہونی چاہئے وہاں ہم بعض دفعہ معیاری روٹی پیش نہیں کر سکتے۔ بعض انجینئرز ایسے ہیں جنہوں نے اس کام پر سارا سال محنت کی ہے اور بہتری کے کچھ ذرائع بھی تجویز کئے۔ جن پر اس دفعہ عمل بھی ہوا۔ اور جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ خدا کے فضل کے ساتھ ان ذرائع سے بہت اچھے نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ان سب ذرائع کو ابھی زیر نظر رکھنا پڑے گا۔ پھر ان کو آہستہ آہستہ باقی انتظامات پر بھی ممتد کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ صورت حال دن بدن بہتر ہوتی چلی جائے گی۔ مگر جہاں تک مہمانوں کا تعلق ہے وہ کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے اور جو کچھ بھی ان کو میسر ہوا، انہوں نے بڑے صبر اور شکر کے ساتھ، راضی برضا رہتے ہوئے اسی پر کفایت کی۔

اسی طرح آخری دن جلسے کے دوسرے حصے میں اگر چہ موسم بہت خراب تھا، اس کے باوجود مہمانوں نے حیرت انگیز صبر کے ساتھ تقریر کو سنا۔ ہم تو مسجد کے اندر تھے اس لئے پوری طرح احساس نہیں ہوسکتا تھا کہ جو دوست باہر بیٹھے ہوئے ہیں وہ کتنی سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں۔ اور بولنے والے کا جسم تو ویسے ہی بولتے بولتے گرم ہو چکا ہوتا ہے اس لئے گرمی کا احساس تو اس کو ہوسکتا ہے، سردی کا احساس نہیں رہتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی اور اچھا ہی ہوا کہ ہمیں ساڑھے پانچ بجے مجبوراً جلسہ ختم کرنا پڑا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ساری جلسہ گاہ بھری پڑی تھی اور خصوصاً دیہاتی جماعتوں کے دوست گیلی پرالی کے اوپر بڑے صبر کیساتھ مسلسل کئی گھنٹے بیٹھے رہے ہیں اور ایک آدمی بھی اٹھ کر باہر نہیں گیا۔

جماعت احمدیہ کے صبر اور اخلاص کا یہ جو حیرت انگیز مظاہرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ بات وہیں آتی ہے کہ اِس جماعت کے تو اخلاص سے ڈر لگتا ہے خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو حیرت انگیز اخلاص بخشا ہے، جس کی مثال تو کیا اس کا عشر عشیر بھی دنیا کی دوسری تنظیموں میں آپ کو نہیں مل سکتا۔ طوعی نظام ہو اور اس قدر اخلاص اور محبت کے ساتھ انسان اپنے وجود کو پیش کر دے۔ اس کی کوئی مثال آپ کو جماعت سے باہر نہیں مل سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا یہ ایک زندہ ثبوت ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس موقعہ پر خدا تعالیٰ کی حمد کرنا ہم پر فرض ہی نہیں بلکہ یہ خود بخود دل سے نکلتی ہے۔ فرض

والی بات سے تو ہم بہت آگے نکل چکے ہیں اب تو کیفیت یہ ہے کہ خدا کے احسانات دل میں پہنچتے ہوئے از خود حمد میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں ہم شکر کا حق ادا کر رہے ہیں لَاَزِيْدَنَّكُمْ کا قانون بھی برسر عمل رہتا ہے اور ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلسل بڑھتے ہوئے فضلوں کو آسمان سے اترتا دیکھتے ہیں۔ اسلام ایک بہت ہی پیارا مذہب ہے۔ یہ ایسا حیرت انگیز مذہب ہے کہ اس کے ایک ایک جزو میں ڈوب کر انسان جنت حاصل کر سکتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم:۸) والا ایک ایسا جاری اور مسلسل عمل ہے کہ جو اس عمل میں ایک دفعہ داخل ہو جائے اس کے لئے جہنم کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا۔ وہ ایک حمد سے دوسری حمد میں داخل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک منزل سے دوسری منزل میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانات کا لامتناہی سلسلہ ہے جس سے دل بھرتے اور چھلکتے رہتے ہیں اور پھر بھرتے اور پھر چھلکتے رہتے ہیں، لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

اس جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے جو نظارے دیکھنے میں آئے ان میں سے ایک کا میں خصوصیت سے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ مستورات کی تقریر میں مَیں نے ’’پردے‘‘ کو موضوع کے طور پر اختیار کیا۔ کیونکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ دنیا میں اکثر جگہ سے پردہ اس طرح غائب ہو رہا ہے کہ گویا اس کا وجود ہی کوئی نہیں اور اس کے نتیجے میں جو انتہائی خوفناک ہلاکتیں سامنے کھڑی قوم کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی ہیں، ان ہلاکتوں کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ماں باپ اپنی بے عملی اور غفلتوں کے نتیجے میں اپنی نئی نسلوں کو ایک معاشرتی جہنم میں جھونک رہے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو اس کی پرواہ کرے۔ یہ صورت حال ساری دنیا میں اتنی سنگین ہوتی جارہی ہے کہ مجھے خیال آیا کہ اگر احمدیوں نے فوری طور پر اسلام کے دفاع کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو معاملہ حد سے آگے بڑھ جائیگا۔ چنانچہ جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ احمدی مستورات میں بھی یہ کمزوریاں داخل ہوگئی تھیں اور مجھے اس بات کی بہت فکر لاحق ہوئی۔ اس لئے جلسہ کے دوسرے روز میں نے مستورات میں اپنی تقریر میں اپنی بچیوں کو سمجھایا اور انتظامی لحاظ سے بعض سختیاں بھی کیں۔ مثلاً اگر پہلے بے پردہ مستورات کو سٹیج کا ٹکٹ مل جاتا تو اس دفعہ اس بارے میں خاص طور پر سختی کی گئی۔ چنانچہ کچھ شکوے بھی پیدا ہوئے۔ لیکن تقریر کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس قسم کے خط مجھے اپنی بچیوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں

ان سے یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر زخم کے اوپر اپنے فضل کا پھایہ رکھ رہا ہے اور اپنے رحم و کرم کی مرہم لگا رہا ہے اور اس نے کوئی دکھ بھی باقی نہیں رہنے دیا۔

ان انتظامات سے پہلے اور اس تقریر سے قبل بعض لوگوں نے کچھ اندازہ لگا لیا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔ بعض ڈرانے والوں نے مجھے ڈرایا کہ دیکھو! اتنی جلدی ایسی سختی نہ کرنا۔ خطرہ ہے کہ بہت سی بچیاں اس سختی کو برداشت نہ کر کے ضائع ہو جائیں گی۔ اس لئے دھیرے دھیرے، رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ قدم اٹھاؤ۔ میں نے ان سے کہا کہ اب آہستگی کا وقت نہیں رہا کیونکہ معاملہ حد سے بڑھ چکا ہے۔ آج فوری اقدام کی ضرورت ہے۔ اور دوسرے یہ کہ تم جو یہ مشورہ مجھے دیتے ہو، تم مجھ پر بھی بدظنی کر رہے ہو اور احمدی بیٹیوں پر بھی بدظنی کر رہے ہو۔ میں تو اس آقا کا غلام ہوں جس نے کھوئی ہوئی بازیاں جیتی ہیں اور دعا کی تقدیر سے تدبیر کے پانسے پلٹے ہیں اور یہ بچیاں بھی اسی آقا کی غلام ہیں جس کی آواز پر اس کے غلاموں نے جاں نثاری کے ایسے نمونے دکھائے کہ دنیا ان کو دیکھتی ہے تو باور نہیں کر سکتی کہ دنیا میں ایسی جاں نثار قوم بھی کبھی پیدا ہو سکتی ہے۔

اس وقت میرا ذہن جنگ حنین کی طرف منتقل ہوا اور میں نے سوچا کہ کس طرح مسلمان فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور سواریاں بے قابو ہوئی جاتی تھیں یہاں تک کہ آنحضور ﷺ صرف چند غلاموں کے درمیان تنہا رہ گئے۔ آپؐ اس وقت ایک سفید خچر پر سوار تھے۔ سب سے پہلا ردعمل تو آپؐ کا یہ ہوا کہ وہ دشمن جو صحابہ کے پیچھے دوڑ رہا تھا اس کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ایک حیرت انگیز کردار ہے حضور اکرم ﷺ کا، جس کو دیکھ کر روح سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ خدا نے ہمیں کتنا عظیم الشان آقاؐ عطا فرمایا ہے۔ یعنی سب سے پہلے اس توجہ کو مسلمانوں سے ہٹا کر اپنی طرف منتقل فرمایا اور ایک شعر کی صورت میں یہ اعلان شروع کر دیا کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبُ

کہ اے کفّار! تم کدھر بھاگ رہے ہو۔ اسلام کی جان تو میں ہوں۔ اگر نبی کی دشمنی تمہیں ان لوگوں کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر رہی ہے تو ادھر آؤ یہ نبی یہاں ہے۔ اور اگر کسی کو عبدالمطلب کے خاندان سے دشمنی ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو عبدالمطلب کی اولاد کا سربراہ یا عبدالمطلب کی اولاد کی جان یہاں موجود ہے۔ ان کو چھوڑو اور میری طرف آؤ۔ ایسے خطرناک وقت میں دشمن کو اپنی طرف متوجہ کرنے

والا سپہ سالار آپ نے دنیا کے پردے پر کہیں اَور نہیں دیکھا ہوگا۔ یہ اعلان فرمانے کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو بلایا اور بلانے کا انداز یہ تھا کہ اعلان کروایا اے انصار! خدا کا رسول تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے اور اے مہاجرین! خدا کا رسول تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اس وقت حالت یہ تھی کہ پاؤں اس شدت سے اُکھڑ چکے تھے کہ کوشش کے باوجود بھی سواریاں نہیں مڑتی تھیں۔ جن جن کے کانوں میں یہ آواز پہنچی اگر وہ پیدل تھے تو وہ اسی طرح پلٹ آئے اور جو سوار تھے ان کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے پوری قوت کے ساتھ سواریوں کو موڑنے کی کوشش کی۔ ان سواریوں کی گردنیں ان کی چھاتیوں کے ساتھ لگ گئیں لیکن وہ مڑنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ تب انہوں نے تلواروں سے اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹیں اور **لَبَّیکَ یا رسول اللّٰہ لَبَّیکَ** کہتے ہوئے پاپیادہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ کیوں گردنیں کاٹیں؟ اپنی گردنیں بچانے کے لئے نہیں۔ بلکہ اس لئے سواریوں کی گردنیں کاٹیں کہ خود ان کے اپنے تن سر سے جدا کئے جائیں۔

میں نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وہ قوم تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوئی۔ اور ہم بھی تو اسی آقا کے غلام ہیں اور اسی کے تربیت یافتہ ہیں۔ اس لئے تم کتنی بدظنی سے کام لیتے ہو، یہ کہتے ہو کہ جب میں احمدی بچیوں کو آنحضور ﷺ کی عزت اور ناموس کے نام پر بلاؤں گا تو وہ نہیں آئیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ بات جو تم کہتے ہو، ناممکن ہے۔ تم دیکھو گے کہ وہ ساری کی ساری انشاء اللہ ادھر پلٹیں گی اور خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹیوں کو ضائع نہیں کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مجھے ایسے ایسے دردناک خط ملے کہ میں وہ پڑھتا تھا اور میرا دل حمد سے بھر جاتا تھا۔ اور مومن کی حمد خود بخود دعا میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ان بیٹیوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی تھیں کہ خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور انہوں نے اپنے عہد کو سچا ثابت کر دکھایا۔ پس یہ وہ جماعت ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو عطا ہوئی ہے۔ کوئی ہے دنیا میں طاقت جو خدا کی ایسی جماعت کو مٹا سکے۔ جس میں اسوۂ محمدی زندہ ہو، اس کو دنیا کی کون سی طاقت مٹا سکتی ہے۔ آپ کی ساری ضمانت، آپ کی ساری حفاظت اسوۂ محمدی میں مضمر ہے اس اسوہ کو حرزِ جان بنالیں۔ اس کو اپنی رگ وپے میں رچالیں۔ پھر آپ ہمیشہ کی زندگی پا جائیں گے۔ ایسی زندگی پائیں گے جس کے اوپر موت کو کوئی دخل نہیں رہتا۔

پس یہ بھی حمد کے اظہار کی بات تھی اور شکر کے اظہار کی بات تھی ۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہمارا شکر از خود حمد میں بدل جاتا ہے ۔ ایک ہی چیز کے دو نام معلوم ہوتے ہیں ۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جماعت کو مطلع کروں کہ وہ خطرات جو منڈلا رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹل رہے ہیں ۔ اور ٹل جائیں گے اور ساری دنیا میں اسلامی پردے کی حفاظت کا سہرا احمدی بچیوں کے سر رہے گا انشاء اللہ ۔ ہم نے سب کھوئی ہوئی اقدار کو واپس حاصل کرنا ہے ۔ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک حضرت محمد مصطفی ﷺ کے معاشرے کی حفاظت نہیں کریں گے اور اسے دوبارہ دنیا میں قائم اور نافذ نہیں کر دیں گے ۔

پردے کے سلسلے میں کچھ معمولی شکایات بھی پیدا ہوئیں کہ بعض باتوں میں انصاف سے کام نہیں لیا گیا ۔ لیکن جب ان بچیوں کو سمجھایا گیا تو وہ سب سمجھ گئیں ۔ بات یہ ہے کہ صرف سٹیج کے ٹکٹ سے روکا گیا تھا ناراضگی کے اظہار کے طور پر ۔ یہ تو کوئی ناانصافی نہیں ہے ۔ سٹیج تو کسی کا حق نہیں ہے ۔ ناانصافی تو حق تلفی کے نتیجہ میں ہوتی ہے ۔ اس لئے اگر بعض پردہ دار بچیوں کو بھی سٹیج ٹکٹ سے محروم کر دیا گیا تو انہیں اس کا بُرا نہیں منانا چاہئے تھا ۔ مثلاً بعض ایسی خواتین ہیں جو ایسے علاقوں سے آتی ہیں جہاں چادر کا پردہ بڑی سختی کے ساتھ رائج ہے اور اس پردے پر کوئی مسلمان اعتراض نہیں کر سکتا ۔ صرف اس لئے کہ چونکہ انہوں نے بُرقع نہیں پہنا اگر ان کو ٹکٹ سے محروم کر دیا گیا تو یہ ایک غلطی ہو سکتی ہے ۔ لیکن ناانصافی نہیں ۔ کیونکہ انصاف کا معاملہ تو حقوق میں شروع ہوتا ہے ۔ سٹیج ٹکٹ تو احسان کا معاملہ ہے ۔ ان کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے تھا کہ انتظام میں غلطی ہوگئی ہے، کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ معاف کرے ، ہمارا بھی کون سا حق تھا ، جماعت کا یہ احسان تھا کہ ہمیں ٹکٹ ملا کرتا تھا ، اب احسان نہیں ہے تو ہم اس پر بھی راضی رہیں گی ۔ اگر وہ یہ ردعمل دکھاتیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درجات اور بھی بڑھا دیتا ۔

اسی طرح بعض اور بھی اس قسم کی مثالیں ہیں ۔ لیڈی ڈاکٹر ہیں ۔ مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والی خواتین ہیں ۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق ان کے پردے کا معیار نسبتاً مختلف اور نرم ہے ۔ ہاں جب وہ ان کاموں سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کی عام زندگی میں لوٹتی ہیں تو ان کا فرض ہے کہ نسبتاً زیادہ سختی سے پردہ اختیار کریں ۔ آپ نے دیکھا ہوگا کام کے کپڑے اَور ہوتے ہیں اور جب

انسان گھر میں آ کر روزمرہ کی زندگی اختیار کرتا ہے تو وہ کام کے کپڑے اتار دیتا ہے اور دوسرے کپڑے پہن لیتا ہے۔ پس اسلام میں بھی تو یہی طریق جاری رہنا چاہئے۔ اگر کام کے تقاضے اور کام کے کپڑے آپ کو نسبتاً نرم پردہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ آپ حیا کی چادر میں لپٹی ہوئی ہوں۔ لیکن اس کے بعد روزمرہ کی زندگی میں یہی طریق اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ انگلستان اور امریکہ وغیرہ میں ہم نے دیکھا ہے مزدور بالکل اور کپڑے پہن کر کام پر جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو صاف ستھرے، کوٹ پتلون پہنے اور نکٹائی لگائے باہر نکلتے ہیں اور پہچانے نہیں جاتے کہ یہ وہی لوگ ہیں۔ اس لئے آپ بھی اپنے معاشرے میں اسی قسم کی مناسب حال تبدیلیاں پیدا کیا کریں۔ پھر آپ پر کوئی اعترض نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح بڑی عمر کی عورتیں ہیں۔ اگر وہ اس عمر سے تجاوز کر گئی ہیں جہاں ناپاک لوگوں کی گندی نظریں ان پر پڑیں تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان پر کوئی حرف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حرج ہے۔ ایسی عورتیں اگر عام شریفانہ طریق پر چادر لے لیں جو ہمارے ہاں رائج ہے خواہ چہرہ نہ بھی ڈھکا ہوا ہو، تو یہ ان کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ جس چیز کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے اس کو دنیا میں کون روک سکتا ہے۔ اور قرآن کریم کے تقاضوں کو ہمیں بہر حال پورا کرنا چاہئے، اگر سٹیج ٹکٹ کے معاملے میں ان پر بھی کسی قدر سختی ہوگئی ہو جس کی وجہ سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو انہیں حلم سے اور درگذر سے کام لینا چاہئے ویسے انتظام کی طرف سے عمداً ایسا نہیں ہوا۔

لیکن آئندہ کے لئے جماعت کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ پردہ کے متعلق انفرادی طور پر ایسے فیصلوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ورنہ اس کا ناجائز استعمال ہوگا اور از خود لوگ بعض اجازتیں اپنے لئے لینی شروع کر دیں گے۔ اگر اجازت کا غلط استعمال کریں گے تو پھر ہم اسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے جس مصیبت سے نکل کر آئے ہیں۔ اس لئے اس قسم کی چیزیں جماعتی انتظام کے تحت ہونی چاہئیں۔ جن خواتین کو جس قسم کے اسلامی پردے کی ضرورت ہے وہ اپنے انتظام کو بتائیں کہ میرے یہ حالات ہیں اور میرے متعلق قرآن کریم کا یہ حکم ہے اور میں اس کے مطابق عمل کر رہی ہوں پھر انتظام کو کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔ لیکن بچیاں خصوصاً ایسے طبقے کی بچیاں جو ناز و نعمت میں پلی ہوتی ہیں اور جن کے لئے خطرات زیادہ ہیں ان کے بارہ میں نظامِ جماعت کو اجازت دیتے وقت

بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

پھر ایسی خواتین ہیں جن کو باہر تو نکلنا پڑتا ہے لیکن وہ سنگھار پٹار کر کے نکلتی ہیں۔ اب کام کا سنگھار پٹار سے کیا تعلق ہے۔ سنگھار پٹار ان کے اس فعل کو جھٹلا دیتا ہے کہ اگر تم فلاں کام کے سلسلے میں نرم پردہ کرنے پر مجبور ہو تو کم از کم پردے کے جو دوسرے تقاضے ہیں ان کو تو پورا کرو پورے سنگھار پٹار اور زینتوں کے ساتھ باہر نکلو اور پھر کہو کہ اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ یہاں نسبتاً نرم پردہ کر لیں، یہ غلط بات ہے۔ اسلام کے نام کو غلط استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

الغرض اس قسم کی کچھ بالکل معمولی انتظامی سختیاں تھیں جو کی گئیں۔ لیکن بہر حال میرا یہ فیصلہ تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو رفتہ رفتہ مزید سختی کی جائے گی اور اس سختی کے لئے سب سے پہلے میں نے اپنے آپ کو چنا۔ میرا فیصلہ یہ تھا کہ پیشتر اس کے کہ کسی احمدی بچی کو نعوذ باللہ من ذلک بے پردگی کی وجہ سے جماعت میں سے نکالنا پڑے، پہلے میں اپنے دل پر سختی کروں گا۔ ان کے لئے راتوں کو اٹھ کر روؤں گا اپنے رب کے حضور عاجزانہ عرض کروں گا کہ اے اللہ! ان بچیوں کو بچا اور مجھے توفیق دے کہ میں پہلے تنبیہ کے تقاضے پورے کروں اس کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاؤں۔ نرمی، محبت اور پیار سے، جس طرح بھی بن پڑے میں ان کو سمجھاؤں اور واپس لانے کی کوشش کروں۔ ان کی ذمہ داریاں ان کو بتاؤں۔ جب یہ سارے تقاضے پورے ہو جائیں اور ہر قسم کی حجت تمام ہو جائے، پھر تو ایسا فضل کر کہ سختی کا موقعہ پیش ہی نہ آئے۔ یہ میرا فیصلہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اس کے احسانات کو آدمی گن نہیں سکتا کہ اِس چیز کا موقعہ ہی نہیں آنے دیا۔ احمدی عورت نے حسن و احسان کا اتنا حیرت انگیز ردِعمل دکھایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔

اب میں مردوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ اگر ان کی بچیوں نے اسلام کی خاطر کچھ فیصلے اور عزم کئے ہیں تو ان کی راہ میں روک نہ ڈالیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ خدا کے سامنے دوہرے طور پر جوابدہ ہوں گے اور پھر وہ خود ان نتائج کے ذمہ دار ہوں گے جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوں اور ظاہر ہوں۔

اس مختصر سی تنبیہ پر ہی میں اکتفا کرتا ہوں اور سمجھنے والے سمجھیں گے کہ اگر کوئی احمدی بچی خدا کی خاطر ایک پاکیزہ اور عصمت والی زندگی اور حفاظت والی زندگی اور قناعت والی زندگی بسر کرنا چاہتی ہے، تو کسی مرد کو ہرگز اس کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ چیز خود ان کے لئے اور ان کے

گھروں کے لئے بہتر ہے۔ ان کے گھروں کو جنت بنانے کے لئے یہ ضروری ہے۔

بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس بات کو نہیں سمجھتے ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی فیشن میں ہے۔ حالانکہ فیشن میں کوئی زندگی نہیں ۔ اصل زندگی تو اس فیشن میں ہے جو دین کا فیشن ہے۔ اس میں نہیں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ یہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ پس زندگی کا فیشن تو ہم آنحضرت ﷺ سے سیکھیں گے نہ کہ کسی اور سے۔

ایک چیز جو بعض دفعہ بچیوں کو بھی پریشان کرتی ہے اور بعض دفعہ مردوں کو بھی، وہ یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ پردہ اختیار کرنے کی وجہ سے سوسائٹی ہمیں ادنیٰ اور حقیر سمجھے گی۔ وہ کہے گی یہ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں۔ چنانچہ جن احمدی عورتوں نے اس معاملے میں کمزوری دکھائی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجھے یقین ہے کہ ان میں بے حیائی کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ دراصل نفسیاتی کمزوری نے اس میں ایک بہت ہولناک کردار ادا کیا ہے۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر ہم اس دنیا میں جہاں سے پردے اٹھ رہے ہیں، اپنی سہیلیوں کے سامنے برقع پہن کر جائیں گی تو وہ کہیں گی کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں، پگلی ہیں، پاگل ہوگئی ہیں، یہ کوئی برقعوں کا زمانہ ہے اور یہی بات مردوں کو بھی تکلیف دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ عزت نفس اور دوسرے کا کسی کی عزت کرنا انسان کے اپنے کردار سے پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی نظر میں لباس کی کوئی بھی حیثیت نہیں رہتی ۔ اگر کوئی آدمی صاحب کردار ہو تو اس کی عزت پیدا ہوتی ہے اور یہ عزت سب سے پہلے اپنے نفس میں پیدا ہونی چاہئے ۔ عظمتِ کردار اپنے نفس سے شروع ہوتی ہے۔ اور جب اپنے نفس میں عزت پیدا ہو جائے تو پھر دوسروں کی دی ہوئی عزتیں بے معنی رہ جاتی ہیں۔

بہر حال یہ ایک خطرناک رجحان ہے جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ آپ اپنے کردار کے اندر ایک عظمت پیدا کریں اور اس کا احساس پیدا کریں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا قانون ازخود آپ کو آپ کے وجود کے اندر معزز بنا دے گا اور ایسے معززین کو پھر دنیا کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں رہتی۔ وہ ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کرتے ۔ ہاں دنیا ان کی پرواہ کرتی ہے۔ دنیا ان کو پہلے سے زیادہ عزت دیتی ہے۔ گھٹیا نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ رفعتوں کی نظر سے دیکھتی ہے۔ یہ فطرت کا ایک ایسا اٹل قانون ہے کہ جس نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔ وہ گواہ ہوگا کہ یہ قانون کبھی نہیں بدلتا۔

پس جن بچیوں کے دل میں یہ خوف ہوں ان کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ آپ ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ آپ نے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنا ہے۔ آپ دنیا والوں سے مختلف ہیں۔ اس لئے اپنی ذات میں خوش رہنے کی عادت ڈالیں چونکہ ہر کام آپ محض للہ کر رہی ہونگی اس لئے اپنے متعلق محسوس کریں کہ خدا نے آپ کو عزت بخشی ہے۔ اور آپ کو ایک اکرام بخشا ہے اور جو دُخت کرام ہو اسے دنیا کی عزتوں کی کیا ضرورت ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر آپ کو کوئی کہتا ہے کہ یہ اگلے وقتوں کی ہیں تو آپ کہیں کہ ہاں ہاں، ہم اگلے وقتوں کی ہیں لیکن ان اگلے وقتوں کی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت تھے اور وہ اگلے وقت ایسے وقت تھے کہ جن کے سامنے ماضی بھی گزشتہ وقت تھا اور مستقبل بھی گزشتہ وقت ٹھہرتا ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت میں ہی تو وقت نے رفعت اختیار کی تھی اور زمانی قیود سے آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہی وقت تھا جو سب سے آگے تھا اور ہمیشہ آگے رہے گا اور انسان کا مستقبل کروڑ ہا کروڑ سال تک آگے چلتا چلا جائے گا۔ تب بھی مستقبل کا انسان کبھی بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ پس کہو اور جرأت سے کہو کہ ہم اگلے وقتوں کی ہیں لیکن ان اگلے وقتوں کی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت تھے۔ وہ کہتے ہیں پگلیاں ہوگئی ہو تو کہو کہ ہاں ہم پگلیاں ہیں، دیوانیاں ہیں، لیکن محمد مصطفیٰ ﷺ کی پگلیاں ہیں، اور دنیا کی فرزانگیوں سے ہماری کوئی بھی نسبت نہیں ہے۔ نہ ہی ہم اس فرزانگی کو حرص کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ ہماری دیوانگی جو آنحضور ﷺ کی محبت اور پیار کی دیوانگی ہے، تمہاری فرزانگی سے کروڑوں گنا افضل اور زیادہ پیاری ہے۔

اگر یہ احساس پوری طرح بیدار ہو تو یہ پردے تکلیف کی بجائے لطف کا موجب بن جاتے ہیں اور معاشرے کو ایک عجیب جنت عطا ہوتی ہے۔ پس قربانی تو دراصل ہے ہی کوئی نہیں۔ یہ تو نعمت ہی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت پہلے بھی عطا فرمائی تھی اور اب دوبارہ اس نعمت پر پوری شان کے ساتھ قائم ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

پس دعا کرتے رہیں اور کوشش کرتے رہیں اور اپنے دائیں، بائیں آگے پیچھے نصیحت جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح سے اسلامی معاشرے کی تمام قدروں کو زندہ اور اعلیٰ اور ارفع طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

اب میں صرف چند لفظوں میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔

جمعہ پر آنے سے قبل مجھے وقفِ جدید والوں کی طرف سے ایک ارجنٹ (Urgent) یعنی فوری چٹھی ملی کہ وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا ہے اور گزشتہ طریق یہی ہے کہ یہ اعلان جلسہ سالانہ کے بعد پہلے خطبہ جمعہ میں کیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے کسی خاص تحریک کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ مَیں جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں ہمیشہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح حصہ لیتی رہیگی چونکہ اس تحریک کو بہت اچھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ اس لئے اس کی ضرورتوں کو جو دراصل جماعت کی ضرورتیں ہیں، جماعت نے بہرحال پورا کرنا ہے اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری کرے گا۔ ان چند الفاظ کے ساتھ میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ سب دوست یہی کوشش کریں کہ جہاں تک توفیق ہو، پہلے سے بڑھ کر اس میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۴ / مارچ ۱۹۸۳ء)